ABSTRACT

URF AS A SOURCE OF ISLAMIC LAW

Change is a definite phenomenon in human life. Societies change with the passage of time. Due to the scientific inventions the world has become a global village.

In modern time the most important thing for the Islamic jurists is to find an Islamic solution to the modern problems and to give such an interpretation to the Islamic laws to encompass the rapidly changing world and its needs.

If the interpretations of these circumstances are done in the light of Urf or Habit, it can prove helpful in getting more balanced and adequate solution. Urf is from Irfan which means knowledge, having acquaintance or simply knowing.

A saying or action which is proved through Reason or Sharia is called "Maroof" and it is opposite to "Munkir" or denial. "Adat" or Habit is also used as Urf. Urf and "Adat" are Synonymous. Every quality which is liked by reason and which satisfies the conscience is called Urf and the action which is done by people perpetually, with all the reason and experience and is considered correct naturally is called Urf.

Besides, Urf, Rituals and Customs have different kinds. Some of them are related with the practical life and human rights. And some of them are related with ethics and values, some are related with costumes and the way of life and others are connected only with satisfaction of self and nothing else.

The basic sources of Islamic Law are Quran and Sunnah. Both of them are not revealed in a single day. In the beginning there was the first verse of "Sura Iqra" and nothing else. The people were converting to Islam and the number was increasing day by day. Here a question arises that if law in Arabic means the criterion to have a correct estimation then what were the Islamic Laws at the beginning.

As an answer to this question this explanation is quite appropriate that the basis of Islamic Laws were actually those rites and traditions which were the remnants of Ibrahimi Millat and were established among Arabs at that time. Islam discarded all the bad factors and accepted the remaining with some modification and reformation.

Urf or Custom shall not be considered as the sole basis of Sharias if we do so then it will pave the way for certain bad things like Ribbah (interest) and Gambling which are entirely against the principles of Sharia and this will certainly distort the basic structure of Sharia in totality. Therefore, such an Urf which is in contrast with the basic principles of Sharia shall be shun and considered null and void. With the change in Urf and Customs of the society the Law will also be changed provided that the Law/Rule is for a specific time and people. It does not mean that a Law/Rule of the Quran and Sunnah shall be changed but it will be considered that a specific Law/Rule was based on a certain Urf and because that Urf is no more in vogue, therefore, the specific Law/Rule will not be practiced anymore.

Keeping in mind the sayings of Islamic Jurists it can be concluded that Urf is not a permanent argument of Sharia that a Law should be made only on the basis of Urf but it is a source and an argument through which an understanding of the jargon of the Sharia's rule and the register of the two opposing sides in a certain matter is understood and which can help delimit some loose matter and ascertain some definite argument.

عرف بحیثیت مأخذ قانون شریعت

۱۔ ڈاکٹر عطاء الرحمٰن
۲۔ ڈاکٹر حافظ عبد الغفور

انسانی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق مصلحتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات کی تبدیلی ناقابل انکار حقیقت ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ کسی معاشرے یا سوسائٹی (Society) کا وجود صدیوں تک محفوظ رہے سائنسی اکتشافات کی وجہ سے دنیا ایک گلوبل ویلیج (Global Village) بن گئی ہے۔ اس لئے آج کل سائنسی دور میں معاشرتی تبدیلی تو سالوں کی بات ہے چند سال گزرنے سے حالات ایسے تغیر پزیر ہوتے ہیں کہ قریبی زمانہ کے واقعات قصہ پارینہ کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں۔

معاشرتی حالات کی تبدیلی سے مسائل کا پیدا ہونا لازمی بات ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جدید دور کے نت نئے مسائل کا گزشتہ اوقات میں تصور بھی نہیں تھا بلکہ آئندہ وَیَخلُقُ مَا لَا تَعلَمُون (۱) کی ایجادات و اکتشافات ابھی تصورات کے دائرہ سے خارج ہیں۔

اس دور میں اہم ترین اور بنیادی مسئلہ جدید مسائل کا فقہی حل اور دنیا کے بدلتے ہوئے نظام پر اسلامی قانون کا انطباق ہے۔ حالات کی اس تبدیلی سے تعبیر اگر عرف و عادت اور تعامل سے کیا جائے تو شاید جدید مسائل کا متوازن اور مناسب حل پیش کرنے کے لئے یہ زیادہ معاون اور ممد ثابت ہوگا۔

عرف کی تعریف:

عرف عَرَفَ یَعرِفُ عُرفَۃً وَعِرفَاناً سے ماخوذ ہے۔ عرفان کے معنی ہیں علم، پہچاننا، جاننا، (۲) معروف: اسم لکل فعل یعرف حسنه بالعقل او الشرع۔ و هو خلاف المنکر۔ معروف ہر اس قول یا فعل کا نام ہے جس کی خوبی عقل یا شریعت سے ثابت ہو۔ اور یہ منکر کی ضد ہے۔ (۳)

عادت کا لفظ بھی عرف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ عرف و عادت دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔ عادت کا لفظ عود سے بنا ہے۔ عاد یعود عوداً و عیاداً کے معنی لوٹنے کے ہیں۔ (۴) ''مجلّہ'' کے فاضل شارح شرح التحریر کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔ العادة هي الامر المتکرر من غیر علاقة عقیلة۔ (۵) عادت سے مراد وہ امور ہیں جو بغیر کسی عقلی تعلق کے بار بار کیے جاتے ہوں۔

قاضی شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) عرف کے معنی لکھتے ہیں۔ کل خصلة حسنة تر تضیها العقول و تطمئن الیها النفوس (٦) ہر وہ اچھی خصلت جس کو عقل پسند کرے اور جی اس پر مطمئن ہو۔ عرف نیکی، احسان، بخشش، متواتر، پے درپے کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ (۷)

۱۔ اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامک سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، یونیورسٹی آف ملاکنڈ۔
۲۔ پروفیسر، سیرت سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، یونیورسٹی آف پشاور۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ (م ۱۲۵۲ھ) عرف کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں العرف و العادة ما استقر فی النفوس من جهة العقول و تلقته الطباع السليمة بالقبول (۸) عرف وعادت وہ باتیں ہیں جو ذوق سلیم کے نزدیک پسندیدہ ہونے کی وجہ سے دل میں جگہ پکڑ لیں۔

علامہ ابن نجیمؒ (م ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں العادة عبارة عما يستقر فی النفوس من الامور المتكررة المقبولة عند الطباع السليمة (۹) عادت سے مراد روزمرہ کے وہ معاملات ہیں جو طبیعت سلیمہ کے نزدیک پسندیدہ ہوں اور بار بار کرنے سے انسانی دل میں جگہ پکڑ لیں۔

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان عرف کے متعلق لکھتے ہیں

العرف ما ألفه المجتمع واعتاده و سار عليه فی حياته من قول او فعل (۱۰) وہ قول وعمل جو کہ معاشرہ انسانی اس کو اپنا عادت بنائیں۔

دائرہ معارف اسلامیہ کے مضمون نگار جی ایل لیوز عرف کے بارے میں لکھتے ہیں۔ وہ عمل جسے لوگ عقل اور تجربہ کی بنیاد پر تواتر کے ساتھ کرتے ہوں اور اس کا فطری طور پر حق ہونا مسلم ہو۔ (۱۱)

عرف کی اقسام:

فقہاء نے عرف کی دو قسمیں ذکر کی ہیں۔ (۱) عرف عام (۲) عرف خاص

۱۔ عرف عام۔ عرف کی یہ قسم عمومی حیثیت سے رائج ہوتا ہے، کسی خاص طبقہ، پیشہ یا علاقے کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا۔

۲۔ عرف خاص۔ جو کسی خاص علاقے یا پیشہ یا کاروباری طبقہ میں رائج کو۔ عام لوگوں کے لئے یہ اصطلاح یا تو اجنبی ہو یا ان کے معانی مختلف ہو

اس کے علاوہ عرف ورسم رواج کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض وہ جو عملی زندگی اور حقوق انسانی سے متعلق ہوتے ہیں اور بعض وہ جو اخلاق وآداب سے تعلق رکھتے ہیں، بعض وہ جو لباس اور طرز معاشرت سے متعلق ہوتے ہیں اور بعض وہ جن کا مطلب تسکین و تسلی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ (۱۲)

عرف وعادت کے شرعی دلائل:

اسلامی قانون کے بنیادی ماٴ خذ قرآن وسنت ہیں اور یہ دونوں چیزیں ایک دن میں مدون نہیں ہوئیں۔ شروع میں سورۃ ''اِقرأ'' کی پہلی پانچ آیتوں کے علاوہ کوئی چیز موجود نہ تھی۔ لوگ مسلمان ہونے لگے تھے اور ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر قانون کے معنی عربی زبان میں مقیاس کل شئی (۱۳) (ہر چیز کے اندازہ کرنے والا آلہ) اور جامع و ضروری قواعد ہیں (۱۴) تو ابتداء میں اسلامی قانون کیا تھا۔ اس سوال کے جواب میں یہ بات واضح کردینا بے محل نہ ہوگا کہ اسلامی قانون کی بنیاد اصل میں عرب کے اس رسم رواج پر تھی جو ملت ابراھیمی کے بقایاجات کے طور پر وہاں مروج تھا۔ اسلام نے عرب کے اس رواجی قانون کے غلط اور فاسد عناصر کو نکال کر بقیہ امور میں ضروری اصلاح واضافہ کے ساتھ اسے قبول کرلیا۔ (۱۵)

کی شرط، حق وراثت وتصرف کے لئے عصبہ (۲۵) ہونے کی شرط عربوں کی عرف ورواج ہی کی بنیاد پر عائد کی گئیں ۔(۲۶) اسی طرح تملیک جائداد کی مختلف صورتیں بیع، ھبہ، رھن، اجارہ وغیرہ اس وقت کے معاشرے میں رائج تھیں اس کو قائم رکھا اور سودی کاروبار اور خرید وفروخت کے بعض طریقوں کو خلاف شرع قرار دے کر موقوف کیا۔(۲۷)

اسی طرح اس زمانے میں عدالتی کاروائی کے لئے مدعی سے دعویٰ کے ثبوت پر گواہ طلب کئے جاتے تھے۔ اگر گواہ نہ ہوتے اور مدعا علیہ انکار کرتا تو مدعا علیہ کو قسم دی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے عرب کے اس رواج کو برقرار رکھا۔ حدیث میں آتا ہے البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه (۲۸) یعنی گواہ مدعی کے ذمہ ہیں اور قسم مدعا علیہ کے ذمہ ہے۔

امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) نے غیر منصوص احکام کی بنیاد قول صحابی اور اھل مدینہ کے تعامل (عرف) پر رکھی۔ امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اور ان کے شاگردوں نے اپنے ہاں کے مختلف عرفوں کی وجہ سے بہت سے احکام میں آپس میں اختلاف کیا۔ امام شافعیؒ (م 204ھ) جب مصر آئے تو انھوں نے اپنی بعض آراء جو قیام بغداد کے دوران قائم کی تھیں، بدل دیں، کیونکہ دونوں مقامات کے عرف مختلف تھے، اسی لئے امام شافعیؒ کی دو آراء ہیں۔ ایک قدیم اور دوسری جدید۔(۲۹)

ان مجتہدین اور فقہاء اسلام پر یہ بات عیاں تھی کہ دنیا کے حالات اور اقوام عالم کی عادات ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتی۔ دنیا تغیرات زمانہ اور انقلابات احوال کا نام ہے اور جس طرح یہ تبدیلیاں افراد ساعت اور شہروں میں ہوتی ہیں۔ اسی طرح دنیا کے تمام گوشوں، تمام زبانوں اور تمام حکومتوں میں واقع ہوتی ہیں۔ خدا کا یہی طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں ہمیشہ سے جاری ہے اور ظاہر ہے کہ اس انقلاب احوال کے نتیجے میں لوگوں کے فلاح و بہبود کے معیار بھی بدل جاتے ہیں۔ چونکہ ہر قانون کی اساس و بنیاد بندوں کی بہتری کے لئے ہے لہٰذا ضروری ہے کہ معاشرتی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ شرعی احکام میں بھی ضروری اور مناسب تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

حافظ ابن قیم الجوزی (م ۷۵۱ھ) اس اصول کی اثبات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ هـذا فصل عظيم النفع جداً۔ وقع بسبب الجهل به غلط عظيم على الشريعة اوجب من الحرج والمشقة و تكليف مالا سبيل اليه ما يعلم ان الشريعة الباهرة التى فى اعلىٰ رتب المصالح لا تأتى به، فان الشريعة مبنا ها واسا سها على الحكم و مصالح العباد فى المعاش والمعاد، وهى عدل كلها ورحمة كلها، ومصالح كلها، وحكمة كلها فكل مسئلة خرجت عن العدل الى الجور وعن الرحمة الى ضدها وعن المصلحة الى المفسدة وعن الحكمة الى العبث فليست من الشريعة وان أدخلت فيها بالتاويل فالشّرعية عدل الله بين عباده، ورحمة بين خلقه ـــــ فهى بها الحياة والغذاء والدواء والنور والشفاء والعصمة، وكل خير فى الجود فانما هو مستفاد منها، وحاصل بها، وكل نقص فى الوجود فسببه من اضاعتها ـــ فالشريعة التى بعث الله بها رسوله هو عمود العالم، وقطب الفلاح والسعادة فى الدنيا والاخرة (۳۰)

یعنی یہ بڑی مفید اور اہم بحث ہے اس سے ناواقفیت کے باعث لوگوں نے شریعت کے بارے میں ایک بڑی غلط فہمی پیدا کی جس سے شریعت اسلامیہ کے دائرہ کو محدود کر کے دشواری تنگی اور استطاعت سے ماوراء تکلیف پیدا کر دی ہے جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ

قرآن مجید میں عرف اور معروف کے الفاظ متعدد مقامات پر آئے ہیں جن میں چند آیات کریمہ یہ ہیں۔

۱۔ خذ العفو وأمر بالعرف و اعرض عن الجاهلین (۱۶) عفو ودرگزر سے کام لیجئے عرف کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے نہ الجھئے۔

۲۔ الوصیة للوالدین والاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین (۱۷) اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے لئے اچھائی کے ساتھ وصیت کرجائے پرہیزگاروں پر یہ ایک حق ہے۔

۳۔ ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف (۱۸) اورعورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔

عرف سے متعلق متعدد روایات احادیث کے مبارک ذخیرہ میں موجود ہیں جن میں سے چند روایات یہ ہیں۔

۱۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کے ایک ایسے گروہ سے گزرے جو نر کھجور کا گودا (بیج) مادہ کھجور میں ڈال رہے تھے۔ آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر لوگوں نے عرض کیا کہ نر کھجور کا گودا مادہ میں ڈال رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ لوگ ایسا نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔ لوگوں نے اس ارشاد کی تعمیل میں یہ عمل چھوڑ دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کھجوریں اچھی نہ ہوئیں۔ جب آپ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ انما أنا بشر اذا أمرتکم بشئی من دینکم فخذوه و اذا أمرتکم بشئی من رأیی فانما أنا بشر انتم اعلم بأمر دنیاکم (۱۹) یعنی میں بھی انسان ہوں جب میں تمھیں دین کے بارے میں کوئی حکم دوں تو اس پر عمل کرو اور جب میں (کسی دنیوی معاملے میں) اپنے رائے سے کوئی حکم دوں تو میں بھی انسان ہوں تم اپنے دنیوی امور میں (مجھ سے) زیادہ واقف ہو۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے ما رأه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن۔ (۲۰) یعنی جو بات عام مسلمانوں کے نزدیک اچھی ہو وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے۔

اما بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے اپنی الجامع الصحیح بخاری کے کتاب البیوع میں عرف کے حوالے سے مستقل باب ان الفاظ سے قائم کیا ہے۔ باب من اجری الامر الامصار علی ما یتعارفون بینهم فی البیوع والاجارة والمکیال والوزن و سنتهم علی نیاتهم وَمذاهبهم المشهورة (۲۱) یعنی شہروں کے لوگوں کے طور طریقوں پر خرید و فروخت، اجارہ، ناپ تول میں ان کے عرف اور نیتوں اور ان کے مشہور طریقوں پر حکم دیا جائے گا۔ اس میں امام بخاریؒ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ قاضی شریحؒ (م ۷۸ھ) نے عمر فاروقؓ کے عہد میں سوت کاتنے والوں سے فرمایا سنتکم بینکم (۲۲) تمہارے رسم رواج کے مطابق حکم دیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ (م ۸۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ اس باب کے قائم کرنے سے امام بخاریؒ کا مقصود یہ بتانا تھا کہ عرف پر اعتماد کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ (۲۳)

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی (م ۱۱۷۶ھ) عرف کے بارے میں فرماتے ہیں۔ هی مادة تشریعة (۲۴) یہ (عربوں کا عرف) ماخذ شریعت ہے۔

شارع نے عربوں کے عرف کو ملحوظ رکھا، چنانچہ عاقلہ (خون بہا کے ذمہ دار لوگ) پر دیت، یا نکاح میں کفو (ہمسر) ہونے

ا۔ استصناع(Manufacturing Contract):

استصناع عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی کسی چیز کو تیار کرنے کا حکم دینا ہے۔(۳۳) اصطلاح میں استصناع ایک ایسی چیز پر کیا گیا عقد ہے جس کی صفات متعین ہوں اور ان صفات کے مطابق اس چیز کو بنوانا مقصود ہو۔ فقہاء نے مختصر الفاظ میں اس کی تعریف یوں کی ہے۔هی عقد علی بیع فی الذمة شرط فیه العمل۔(۳۴) یعنی کسی ایسی چیز پر عقد کرنا جو ذمہ میں ہو اور اس پر عمل کرنا مشروط ہو۔

چونکہ استصناع ایسا عقد ہے کہ اس میں چیز کے وجود مین آنے سے پہلے ہی اس کا سودا ہو جاتا ہے۔ اگر تیار کنندہ چیز تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے تو اس سے استصناع کا عقد مکمل ہو جاتا ہے۔ چونکہ استصناع میں ایسی چیز کی بیع کی جاتی ہے جو انسان کے پاس نہیں ہے لھذا یہ بیع جائز نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حدیث میں "ما لیس عند الانسان "یعنی ایسی چیز جو انسان کے پاس نہیں ہے اس کی بیع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔(۳۵)

علامہ عینیؒ (م۸۵۵ھ) فرماتے ہیں اگر چہ استصناع کے اندر معدوم چیز کی بیع ہوتی ہے لیکن لوگوں کے تعامل کی وجہ سے اسے حکماً موجود سمجھا جائے گا۔ آپ لکھتے ہیں۔

ان المعدوم قد يعتبر حكمًا أی من حيث الحكم كالناس لتسمية عند الذبح فان التسمية جعلت موجودة لعذر الانسان والطهارة للمستحاضة جعلت موجودة لعذر جواز الصلوة لئلا تتضاعف الواجبات فكذلك المستصنع المعدوم جعل موجودًا حكماً لتعامل الناس (۳۶)

یعنی کبھی کبھی معدوم چیز کو (انسان کے اعذار کے پیش نظر) حکمًا موجود سمجھا جاتا ہے۔ جیسے ذبح کرتے وقت تسمیہ بھول کر ذبیحہ پاک ہے اور یوں سمجھا جاتا ہے کہ گویا حکمًا تسمیہ موجود ہے۔ اسی طرح مستحاضہ اگر چہ ناپاک ہوتی ہے لیکن اس کی مجبوری کے پیش نظر نماز کے وقت اسے حکمًا پاک قرار دیا جاتا ہے۔ لھذا یہاں عقد استصناع میں لوگوں کی تعامل کی وجہ سے معدوم چیز کو موجود فرض کر لیا جائے گا۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں۔ ویصح الاستصناع عند المالكية والشافعية والحنابلة على اساس عقد السلم وعرف الناس (۳۷) مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عقد استصناع بیع سلم کی اساس اور عرف کی بنیاد پر صحیح ہے۔

علماء احناف کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ويجوز عند الحنيفة استحسانًا لتعامل الناس و تعار فهم عليه فی سائر الاعصار من غير نكير (۳۸) علماء احناف استحساناً اس بیع کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ اس پر لوگوں کا تعامل آ رہا ہے اور تمام زمانوں میں لوگ اس پر عمل کرتے آئے ہیں۔

(۲) بیع کی قسموں میں سے ایک بیع سلم ہے۔ اسے فقہاء کرام مختصر انداز میں بیع الآجل بالعاجل (۳۹) کہتے ہیں۔

ا۔ استصناع(Manufacturing Contract):

استصناع عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی کسی چیز کو تیار کرنے کا حکم دینا ہے۔(۳۳) اصطلاح میں استصناع ایک ایسی چیز پر کیا گیا عقد ہے جس کی صفات متعین ہوں اوران صفات کے مطابق اس چیز کو بنوانا مقصود ہو۔فقہاء نے مختصر الفاظ میں اس کی تعریف یوں کی ہے۔ھی عقد علی بیع فی الذمة شرط فیه العمل۔(۳۴) یعنی کسی ایسی چیز پر عقد کرنا جو ذمہ میں ہو اور اس پر عمل کرنا مشروط ہو۔

چونکہ استصناع ایسا عقد ہے کہ اس میں چیز کے وجود مین آنے سے پہلے ہی اس کا سودا ہو جاتا ہے۔اگر تیار کنندہ چیز تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے تو اس سے استصناع کا عقد مکمل ہو جاتا ہے۔چونکہ استصناع میں ایسی چیز کی بیع کی جاتی ہے جو انسان کے پاس نہیں ہے لھذا یہ بیع جائز نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حدیث میں "ما لیس عند الانسان"یعنی ایسی چیز جو انسان کے پاس نہیں ہے اس کی بیع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔(۳۵)

علامہ عینیؒ (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں اگر چہ استصناع کے اندر معدوم چیز کی بیع ہوتی ہے لیکن لوگوں کے تعامل کی وجہ سے اسے حکماً موجود سمجھا جائے گا۔آپ لکھتے ہیں۔

ان المعدوم قد یعتبر حکمًا أی من حیث الحکم کالناس لتسمیة عند الذبح فان التسمیة جعلت موجودة لعذر الانسان والطھارة للمستحاضة جعلت موجودة لعذر جواز الصلوة لئلاتتضاعف الواجبات فکذلك المستصنع المعدوم جعل موجودًا حکماً لتعامل الناس (۳۶)

یعنی کبھی کبھی معدوم چیز کو (انسان کے اعذار کے پیش نظر) حکمًا موجود سمجھا جاتا ہے۔جیسے ذبح کرتے وقت تسمیہ بھول کر ذبیحہ پاک ہے اور یوں سمجھا جاتا ہے کہ گویا حکمًا تسمیہ موجود ہے۔اسی طرح مستحاضہ اگر چہ ناپاک ہوتی ہے لیکن اس کی مجبوری کے پیش نظر نماز کے وقت اسے حکمًا پاک قرار دیا جاتا ہے۔لھذا یہاں عقد استصناع میں لوگوں کی تعامل کی وجہ سے معدوم چیز کو موجود فرض کر لیا جائے گا۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں۔ویصح الاستصناع عند المالکیة والشافعیة والحنابلة علی اساس عقد السلم وعرف الناس (۳۷) مالکیہ،شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عقد استصناع بیع سلم کی اساس اور عرف کی بنیاد پر صحیح ہے۔

علماء احناف کے بارے میں لکھتے ہیں۔ویجوز عند الحنیفة استحسانًا لتعامل الناس وتعار فھم علیه فی سائر الاعصار من غیر نکیر (۳۸) علماء احناف استحسانًا اس بیع کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ اس پر لوگوں کا تعامل آرہا ہے اور تمام زمانوں میں لوگ اس پر عمل کرتے آئے ہیں۔

(۲) بیع کی قسموں میں سے ایک بیع سلم ہے۔اسے فقہاء کرام مختصر انداز میں بیع الآجل بالعاجل (۳۹) کہتے ہیں۔

یعنی فوری چیز (قیمت) کے ذریعے بعد میں ملنے والی چیز مبیع کو خریدنا۔ گویا قیمت نقد ہے اور بیچی جانے والی چیز مؤخر ہے۔ حدیث شریف سے بیع سلم کا جواز ثابت ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔ قدم رسول اللہ ﷺ المدینة والناس یسلفون فی الثمر العام والعامین أو قال:عامین او ثلاثة شك اسماعیل فقال: من سلف فلیسلف فی کیل معلوم و وزن معلوم الیٰ اجل معلوم (۴۰)

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت لوگ ایک یا دو سال یا فرمایا دو یا تین سال (اسماعیل نامی راوی کو شک ہے) کے لئے پھلوں میں بیع سلم کرتے تھے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص بیع سلم کریں اسے چاہئے کہ متعین پیمانے، متعین وزن اور متعین مدت کے لئے کرے۔

حدیث میں مذکور بیع سلم کے شرائط کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ دردیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان یضبط المسلم فیه بعادته التی جری بها العرف من کیل فما یکال کالحب أو وزن فیما یوزن کالسمن والعسل او عدد فیما یعد کالرّمان والبیض (۴۱)

مسلم فیہ (خریدی ہوئی چیز) کو اس طریقے سے متعین کرنا ضروری ہے جس طرح اسے متعین کرنے کا عرف ہو، لہٰذا ناپی جانے والی چیز کا تعین ناپ کے ذریعے کیا جائے جیسے گندم۔ تول کردی جانے والی چیز کا تعین تول کے ذریعے کیا جائے جیسے گھی اور شہد اور گن کردی جانے والی چیز کا تعین شمار کر کے کیا جائے جیسے انار اور انڈے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یہ رواج تھا کہ جو اور گیہوں (کیلی) ماپ کر فروخت کئے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا البر بالبر کیلاً بکیل والشعیر بالشعیر کیلاً بکیل یعنی جو اور گیہوں پیمانوں سے ماپ کر ہی فروخت کئے جائیں۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ طریقہ بدل گیا۔ جو اور گیہوں وزن کر کے فروخت ہونے لگے اور آج بھی وزن ہی کا رواج ہے۔ تو کیا یہ طریقہ حدیث مذکور کے مخالف ہونے کے سبب سے قابل قبول نہ ہوگا؟ مسئلہ مذکورہ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس حکم شرعی کا اتباع واجب ہے نہ کہ جدید عرف کا۔ البتہ امام ابویوسفؒ کی رائے ان سے مختلف ہے۔ ان کے نزدیک استحساناً حکم شرع ترک کردینا اور عرف کا اتباع ضروری ہے کیونکہ حکم شرع کا مطمع نظر عرف ہی تھا۔

مجلّہ کے فاضل شارح امام ابویوسف کی رائے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

علی هذه الراویة التفصیل، و هو انه عند تعارض النّص والعرف ینظر، فان کان النص مبنیا علی العرف۔ فالا عتبار للعرف والا فللنص (۴۳)

امام ابویوسفؒ کی رائے کی تفصیل یہ ہے کہ نص شرعی اور عرف میں تعارض کے وقت دیکھا جائے گا اگر نص شرعی عرف و رواج پر مبنی ہو تو (عرف کی تبدیلی سے جدید) عرف کا اعتبار ہوگا اور اگر نص شرعی عرف پر مبنی نہ ہو تو عرف کا اعتبار نہ ہوگا۔

علامہ قرافی (م ۶۸۴ھ) مالکی لکھتے ہیں و کل ما هو فی الشریعة یتبع العوائد یتغیر الحکم فیه عند تغیر العادة الی

ما تقتضیه العادة المتجددة۔ (۴۴) شریعت کے وہ تمام احکام جو عرف وعادت پر مبنی ہو عرف کے تغیر کے بعد نئے تقاضوں کے مطابق تبدیل ہو جائیں گے۔

(۳) علامہ ابن عابدین الشامیؒ لکھتے ہیں۔ و افتاؤ هم بالعفو عن طين الشارع للضرورة و بيع الوفاء والاستصناع والشرب من السقا بلا بيان مقدارما يشرب و دخول الحمام بلا بيان مدة المكث ومقدار ما يصب من الماء واستقراض العجين والخبز بلا وزن و غير ذالك مما بنى على العرف و قد ذكر من ذالك فى الاشباه مسائل كثيرة (فهذه) كلها قد تغيرت احكامها لتغير الزمان اما للضرورة واما للعرف و اما لقرائن الاحوال و كل ذالك غير خارج عن المذهب لان صاحب المذهب لو كان فى هذا الزمان لقال بها و لو حدث هذا التغير فى زمانه لم ينص على خلافها(۴۵)

ضرورت کی بناء پر سڑک کے کیچڑ سے درگزر، بیع الوفا (۴۶) عقد استصناع، پینے کی مقدار بتائے بغیر مشکیزہ سے پینا، ٹھہرنے کی مدت بتائے بغیر حمام میں داخل ہونا اور اسی طرح پانی کی مقدار بتائے بغیر استعمال کرنا، بلا وزن کئے ہوئے روٹی اور گوندے ہوئے آٹے کا قرض لینا وغیرہ ان احکام میں سے ہیں جو عرف پر مبنی ہے۔ اس قسم کے بہت سے مسائل اشباہ میں مذکور ہیں، تو ان سب مسائل میں تغیر زمانہ کی وجہ سے احکام میں تغیر ہوا ہے یا تو ضرورت کی بنا پر یا عرف کی بناء پر اور یا قرائن احوال کی بناء پر، ان تمام مسائل میں مذھب سے خروج نہیں ہوا ہے، اس لئے کہ صاحب مذھب اس زمانے میں موجود ہوتے تو وہ بھی یہی کہتے اور اگر ان کے زمانہ میں عرف ورواج کا یہ تغیر رونما ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتے۔

(۴) ایک اور جگہ علامہ ابن عابدینؒ لکھتے ہیں۔

وفى الحاوى سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال: ارجوا انّه لا بأس به وان كان فاسدًا فى الاصل لكثرة التعامل و كثير من هذا غير جائز، فجوزه لحاجة الناس اليه كدخول الحمام(۴۷)

حاوی میں ہے کہ محمد بن سلمہ سے سمسار کی اجرت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے امید ہے اس میں کوئی حرج نہیں اگر چہ اصل کے اعتبار سے فاسد ہے لیکن کثرت تعامل کی وجہ سے یہ عقد جائز ہے اس جیسے دیگر بہت سے معاملات قیاس کے تقاضے کے مطابق ناجائز ہیں، لیکن لوگوں کی ضرورت کی بنیاد پر انہیں جائز قرار دیا گیا ہے۔ جیسے حمام میں داخل ہونے کی اجرت۔

(۵) علامہ کاسانیؒ شرکۃ الابدان (۴۸) اور شرکۃ الوجوہ (۴۹) کے حوالے سے جواز وعدم جواز پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ان الناس يتعاملون بهذا لنوعين فى سائر الاعصار من غير انكار عليهم من احد و قال عليه الصلوة والسلام: لا يجتمع امتى على الضلالة (۵۰) بلاشبہ لوگ تمام زمانوں میں شرکت کی ان دونوں صورتوں کو اختیار کرتے رہے ہیں اور ان پر کسی نے نکیر نہیں کی اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی"۔

لہٰذا بغیر نکیر کے اس عقد کا رواج پذیر ہونا اس کے جواز کی دلیل ہے۔

(۶) امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کی نزدیک امامت آذان، تدریس اور دیگر امور دینیہ پر اجرت لینا جائز نہیں۔ چونکہ یہ سب کام عبادات میں سے ہیں اور عبادات خالص اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب لینے کی نیت سے انجام دینے چاہئیں۔ بعض روایات میں ایسے امور پر اجرت لینے پر وعید بھی آئی ہے۔ (۵۱) لیکن بعد کے دور میں جب حالات بدل گئے۔ بیت المال سے اساتذہ کے جو وظائف مقرر تھے وہ موقوف ہو گئے تو متاخرین فقہاء نے رواج بدل جانے کیے سبب اس قسم کی اجرت لینے کا فتوی دیا۔

برھان الدین مرغینانیؒ (م ۵۹۳ھ) لکھتے ہیں۔ وبعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم لانہ ظھر التوانی فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع یضیع حفظ القرآن و علیہ الفتوٰی (۵۲)

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن کے لئے اجرت کو مستحسن قرار دیا ہے اس لئے کی دینی امور میں سستی پیدا ہوگئی ہے اس کی ممانعت میں حفظ قرآن کے ضیاع کا خدشہ ہے۔ اور اسی پر فتوی بھی ہے۔

(۷) اسی طرح علمائے متاخرین کے نزدیک وقف شدہ جائیداد اور یتیم کی جائیداد کے غصب کرنے والے پر اس منافع کا بھی تاوان لازم ہوگا جو منافع مغصوبہ جائیداد سے حاصل ہوا ہو۔ حالانکہ یہ فتوی مذہب حنفی کے اس قاعدے کے خلاف ہے۔ ولا یضمن الغاصب منافع ما غصبہ (۵۳) یعنی غاصب پر منافع کا تاوان واجب الادا نہیں۔ چونکہ یتیم کے بے بسی اور اوقاف کا کوئی متعین مالک نہ ہونے کی وجہ سے اس کا قوی اندیشہ تھا کہ اس پر لوگ جری ہو جائیں گے لہٰذا فقہاء متاخرین نے یتیموں اور وقف شدہ جائیداد کے غصب کرنے والوں پر فائدہ اٹھانے کا تاوان بھی لازم قرار دیا۔ مجلّہ کے فاضل شارح لکھتے ہیں لکن المتاخرین افتوا استحسانا بضمان المنافع فی مال الوقف و الیتیم و ما فی حکمہ کالصغیر و المعتوہ و المجنون لماشاھدوا اطماع الناس فی مال الوقف و الیتیم۔ (۵۴)

جب متاخرین علماء نے وقف، یتیموں، بچہ، پاگل اور دیوانہ کے اموال میں لوگوں کی حرص دیکھی تو استحساناً اس بات کو جائز قرار دیا کہ غاصب کو مغصوبہ سے نفع اٹھانے کا تاوان وصول کیا جائے۔

(۸) فقہاء نے یمین (قسم) کے باب میں ذکر کیا ہے کہ اگر قسموں میں شرعی عرف اور اھل زمانہ کے عرف میں تعارض ہو تو اھل زمانہ کا عرف مقدم ہوگا اور اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔

مجلّہ کی شارح علامہ ابن نجیمؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ قال فی الاشباہ اذا تعارض العرف مع الشرع قدم عرف استعمال خصوصاً فی الایمان فاذا حلف لا یجلس علی الفراش او علی البساط او لا یستضیٔ بالسراج لم یحنث بجلوسہ علی الارض و لا بالا ستضاءۃ بالشمس و ان سما ھا اللہ فراشا و بساطاً و سمی الشمس سراجاً۔ وان حلف لا یأکل لحماً لم یحنث باکل لحم السمک و ان سما ھا اللہ لحماً۔ ولو حلف لا یجلس تحت سقف فجلس تحت السماء لم یحنث و ان سما ھا اللہ تعالیٰ سقفا (۵۵)

''الاشباہ'' میں مذکور ہے کہ جب عرف اور حکم شرعی معارض ہو تو عرف مستعمل مقدم ہوگا بالخصوص قسموں میں، پس اگر کسی نے

قسم کھائی کہ وہ فرش یا بساط (قالین) پر نہیں بیٹھے گا یا سراج (چراغ) کی روشنی سے مستفید نہیں ہوگا تو زمین پر بیٹھنے سے اور سورج کی روشنی سے مستفید ہونے پر حانث (قسم توڑنے والا) نہیں ہوگا۔ اگرچہ قرآن مجید نے زمین کو فراش (۵۶) اور بساط (۵۷) کہا ہے اور سورج کو سراج کہا ہے (۵۸) اگر کسی نے گوشت نہ کھانے کی قسم کھا کر مچھلی کھالی) تو عرف ہی کی بنیاد پر) اسے حانث نہیں سمجھا جائے گا اگرچہ قرآن مجید (عرف شرع) میں مچھلی کو گوشت کہا گیا ہے۔ (۵۹) اگر کسی نے حلف اٹھایا کہ وہ سَقف (چھت) کے نیچے نہیں بیٹھے گا تو آسمان کے نیچے بیٹھنے سے حانث نہیں ہوگا اگرچہ قرآن مجید (عرف شرع) میں آسمان کو سقف (چھت) کہا گیا ہے۔ (۶۰)

عرف سے متعلق کلیات:

عرف کی بنیاد پر درجہ ذیل فقہی قواعد فقہاء کرام نے وضع کیں ہیں۔

(۱) الثّابت بالعرف کالثابت بالنص (۶۱) جو چیز عرف سے ثابت ہو وہ ایسی ہے جیسے نص سے ثابت ہو۔ "المجلۃ" میں یوں مذکور ہے۔ التعین بالعرف کالتعین بالنص (۶۲) جو عرف سے متعین ہو گویا وہ نص سے متعین ہے۔

(۲) استعمال الناس حجة يجب العمل بها (۶۳) لوگوں کا تعامل حجت ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

(۳) لا ينكر تغير الاحكام بتبدل الازمان (۶۴) زمانہ کی تبدیلی سے احکام میں تبدیلی قابل انکار نہیں۔

(۴) الحقيقة تترك بدلالة العادة (۶۵) لفظ کا معنی حقیقی معنی عرفی کے مقابلے میں ترک کیا جائے گا۔

(۵) المعروف عرفاً کالمشروط شرطاً (۶۶) جس طرح مشروط میں شرائط کی پابندی لازمی ہوتی ہے اسی طرح دستور میں عرف عام کی پابندی ناگزیر ہے۔

(۶) المعروف بين التجار كالمشروط بينهم (۶۷) جو بات تاجروں کی عرف میں رائج ہو تو وہ گویا ایک ایسی شرط کی مانند ہے جو ان میں طے ہو چکی ہو۔

(۷) الممتنع عادة كالممتنع حقيقة (۶۸) جو چیز عرفاً مُحال ہو تو وہ گویا حقیقتاً بھی مُحال ہے۔

(۸) العادة محكمة يعنى ان العادة عامة كانت اور خاصة تجعل حكماً لا ثبات حكم شرعى (۶۹) حکم شرعی ثابت کرنے کے لئے عرف فیصلہ کن ضابطہ ہے خواہ عام ہو یا خاص۔

عرف قبول کرنے کے لئے شرائط:

مذکورہ بالا قواعد سے یہ غلط فہمی نہیں ہونا چاہئے کہ عرف و رواج کو معیار شرعی قرار دینے سے پھر معاشرے کا کونسا مسئلہ نا قابل حل ہے۔ سود، جوا اور دیگر مروجہ غیر شرعی احکام کو بھی سہارا مل سکتا ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں بلکہ اس سے شریعت کی پوری شکل بگڑ سکتی ہے۔

عرف کو اعتبار دینے میں یہ بنیادی شرط ہے کہ عرف ایسا نہ ہو جو کسی منصوص حکم سے متصادم ہو ورنہ جہاں ایسا عرف ہو جس سے حکم شرعی معطل ہوتا ہو یا کسی ظاہری نص کو چھوڑنے پر منتج ہو تو ایسے عرف کو اعتبار نہیں دیا جائے گا اور شریعت مطہرہ کے ظاہری اور محکم نصوص پر کاربند رہنا ہوگا البتہ جب حکم شرعی عرف ورواج پر مبنی ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں عرف و رواج بدلنے سے حکم بھی بدل جائے گا لیکن اس وقت بھی عرف کی یہ حیثیت نہ ہوگی کہ وہ قرآن وسنت کے فیصلہ کو بدل دیں بلکہ اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ سابق حکم عرف پر مبنی ہونے کی وجہ سے اتنی ہی مدت تک کے لئے تھا مثلاً اس حدیث کی رو سے البر بالبر کیلاً بکیل و الشعیر بالشعیر کیلاً بکیلٍ۔ (۷۰) یعنی جو اور گیہوں پیمانوں سے ناپ کر فروخت کئے جائیں۔ مذکورہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جو اور گندم کو کیلی (ناپ سے بیچی جانے والی چیزیں) شمار کر کے اس کا حکم بیان فرمایا مگر اب یہ وزنی (وزن سے بیچنے والی چیزیں) بن گئیں ہیں۔ تو ان چیزوں میں عرف کی وجہ سے حکم کی تبدیلی ضروری ہوگی۔

عرف وعادت قبول کرنے کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عرف وعادت جس پر فیصلہ کیا جائے ایسی معقول ہونی چاہئے کہ طبائع سلیمہ کے نزدیک مقبول ہو جیسا کہ عرف کی تعریف میں ہم نے ذکر کیا المقبولة عند الطباع السليمة۔ اسی طرح عرف کا عام اور شائع ہونا ضروری ہے "مجلۃ" میں مذکور ہے انما تعتبر العادة اذا اطردت او غلبت (۷۱)

یعنی وہی عرف وعادت معتبر ہوگا جو مسلسل ہو اور عام ہو چکا ہو، اور اسی طرح مجلّہ کی یہ عبارت ہے۔ العبرة للغالب الشائع لا للنادر۔ (۷۲) یعنی وہ عرف معتبر ہوگا جو غالب اور عام ہو چکا ہو اور نادر نہ ہو۔

الغرض عرف کے بارے میں علماء اصول اور فقہاء کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ عرف کوئی مستقل دلیل شریعت نہیں ہے کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ یا واقعہ میں محض عرف کی بنیاد پر کوئی قانون بنایا جائے البتہ یہ ایسا مأخذ اور دلیل ضرور ہے جس کے ذریعے شریعت کے نصوص کے الفاظ کا ادراک، کسی معاملہ میں فریقین کے الفاظ سمجھنے، عام میں تخصیص پیدا کرنے اور کسی مطلق کو مقید کرنے میں معاون اور مؤثر وسیلہ ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(1) سورۃ النحل:8

(2) بلیاوی، ابوالفضل مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، **مصباح اللغات**، ملتان، دارالحدیث بیرون بوہڑ گیٹ،ص545، مادہ عرف

(3) ابراھیم انیس دکتور، عبدالحلیم منتصر دکتور، عطیہ الصوالحی، محمد خلف اللہ احمد، **المعجم الوسیط**، ایران، مکتب نشر الثقافۃ الاسلامیۃ 1408ھ طبع سوم،ص595 ، مادہ عرف

(4) **مصباح اللغات**،ص582، مادہ عود

(5) الاتاشی محمد خالد الاتاشی، **شرح المجلۃ**، کوئٹہ، المکتبۃ حبیبیہ کانسی روڈ 79/1، المادہ 36، سن طباعت ندارد

(6) الشوکانی، محمد بن علی بن محمد الشوکانی، **فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر**، بیروت، احیاء التراث العربی 279/2، سورۃ الاعراف:199

(7) نعمانی، مولانا عبدالرشید نعمانی، **لغات القرآن**، کراچی، دارالاشاعت اردو بازار 1994ء، 278/4

(8) ابن عابدین، سید محمد امین الشہیر بابن عابدین، **شرح عقود المفتی**، کراچی، قدیمی کتب خانی، آرام باغ،ص37

(9) ابن نجیم، زین الدین بن ابراھیم المعروف بابن نجیم، **الاشباہ والنظائر**، مصر، مطبع حسینیہ 1322ھ ص63

(10) زیدان، دکتور عبدالکریم زیدان، **ابوجیز فی اصول فقہ**، بیروت، موسسۃ الرسالۃ 1987ء،ص252

(11) دانش گاہ پنجاب لاہور، اردو دائرہ معارف اسلامیہ 1976ء طبع اول، 264/13، مادہ عرف

(12) محمصانی، ڈاکٹر صبحی محمصانی، **فلسفۃ التشریع الاسلامی** (اردو ترجمہ) محمد احمد رضوی، لاہور، مجلس ترقی ادب 1999ء طبع دہم، ص247

(13) ابن منظور، ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم، **لسان العرب**، بیروت، دار صادر 1968ء 229/7، مادہ: قانون

(14) الغزالی، ابوحامد محمد الغزالی، **المستصفی من علم الاصول**، مصر، المطبعۃ الامیریہ 1937ء، 08/1

(15) شام، شہرام اقبال، **اسلام میں قانون سازی کا تصور اور طریق کار**، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی 2004ء طبع پنجم،ص23 ڈاکٹر حمید اللہ، خطبات بہاولپور، لاہور، بیکن بکس 2005ء ص81-82

(16) سورۃ الاعراف:199

(17) سورۃ البقرۃ:180

(18) سورۃ البقرۃ:228

(19) مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری انیشا پوری، **الجامع الصحیح مسلم**، بیروت، دار الجیل سن طباعت ندارد 95/7 باب امتثال ما قالہ شرعا دون ما ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم من معائشین الدنیا علی سبیل الرأی

(20) العبدلی، الشریف منصور بن عون العبدلی، **مرویات ابن مسعود رضی اللہ عنہ فی الکتب الستۃ وموطاء و مسند احمد**، جدہ، دار

الشروق 1985ء، 313/1

(21) بخاری، محمد بن اسمٰعیل بخاری، الجامع الصحیح، کراچی، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ 1961ء طبع دوم، کتاب البیوع، باب من اجری الامر الامصار علی ما یتعارفون بینهم فی البیوع۔ 294/1

(22) ایضاً

(23) ابن حجر، احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری، قاھرہ، دار الریان للتراث 1407ھ، کتاب البیوع، باب من اجری الامر الامصار علی ما یتعارفون بینهم فی البیوع۔ 474/4

(24) شاہ ولی اللہ، قطب الدین احمد بن عبد الرحیم الدھلوی، حجۃ اللہ البالغہ، لاھور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص 123

(25) عصبہ عربی زبان میں پٹھے کو کہتے ہیں۔ شریعت میں عصبہ وہ شخص ہے جو گوشت پوست میں شریک ہو اور جس کے عیب دار ہونے سے خاندان میں عیب لگے۔ گنگوہی، محمد حنیف گنگوہی، الصبح النوری، کراچی، دار الاشاعت اردو بازار 1986ء، 353/2

(26) خلاف، عبد الوھاب خلاف، علم اصول فقہ (اردو ترجمہ) میر محمد حسین، اسلامی قانون کے سرچشمے، لاھور، اسلامک پبلی کیشنز، 2001ء، ص 119

(27) امینی۔ محمد تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، لاھور، اسلامک پبلکیشنز 2006ء، ص 281

(28) الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی، سنن الترمذی، بیروت، دار عمران، کتاب الاحکام، باب ما جاء ان البینة علی المدعی و الیمین علی المدعی علیه، 626/3، رقم الحدیث 1341

(29) خلاف، عبد الوھاب خلاف، علم اصول فقہ (اردو ترجمہ) میر محمد حسین اسلامی قانون کے سرچشمے، ص 119

(30) الجوزی، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزی، اعلام الموقعین عن رب العالمین، مصر، مکتبہ منیریہ، فصل فی تغیر الفتوی، ص 150-149

(31) الاتاشی، محمد خالد الاتاشی، شرح المجلۃ، کوئٹہ، المکتبۃ حبیبیہ کانسی روڈ، 82-81/1

(32) ابن عابدین، شرح عقود رسم المفتی، ص 39

(33) الزبیدی، سید محمد مرتضی الزبیدی، تاج العروس، بیروت، دار صادر 1386ھ، 422/5، مادہ "صنع"

(34) الکاسانی، علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی، بدائع الصنائع، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، 2/5

(35) الشافعیؒ، امام محمد بن ادریس الشافعی، کتاب الام، بیروت، دار قتیبہ 1416ھ طبع اول، 288/6

(36) العینی، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی، البنایۃ شرح الھدایۃ، مکۃ المکرمۃ، المکتبۃ الامدادیۃ 1396ھ طبع اول، 214/3

(37) الزحیلی، ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، بیروت، دار الفکر 1404ھ طبع اول، 632/4

(38) ایضاً

(39) شیخی زادہ، عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان، **مجمع الانھر مع شرحہ ملتقی الابحر**، بیروت، دارالکتب العلمیہ 1419ھ طبع اول، 137/3

(40) بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب السلم، باب السلم فی کیل معلوم، 298/1، و ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، **سنن ابی داؤد**، بیروت، دارالجیل 1992ء، کتاب البیوع، باب فی السلف، 273/3، رقم الحدیث 3463

(41) الدردیر، ابوالبرکات احمد بن محمد بن احمد الدردیر، **شرح الصغیر**، مصر، دارالمعارف، 276/3

(42) ابن قدامہ، موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی، **المغنی**، مطبعۃ المنار، 136/4

(43) البنانی، رستم باز اللبنانی، **شرح المجلۃ**، قندھار افغانستان، محمد رفیق ونعمت اللہ تاجران کتب بازار ارگ، ص 34، المادۃ: 36

(44) قرافی، شھاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس قرافی مصری، **الاحکام فی تمیز الفتاوی عن الاحکام**، مصر، مطبع انوار 1937ء، ص 67-68

(45) ابن عابدین الشامی، سید محمد امین الشامی، **شرح عقود رسم المفتی**، ص 38

(46) شہروں میں بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جتنا روپیہ قرض لینا یا دینا ہوتا ہے، مقروض اپنا مکان قرض دینے والے کے ہاتھ اس شرط کے ساتھ فروخت کر دیتا ہے کہ وہ جب قرض ادا کرے گا تو اپنا مکان واپس لے لے گا اور پھر وہ مکان بدستور اس کی ملک میں آجائے گا۔ فقہاء اس کو بیع الوفا سے تعبیر کرتے ہیں۔ ابن عابدین، سید محمد امین الشہیر بابن عابدین، **ردالمحتار**، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی طبع اول 1406ھ، 346/4

(47) ابن عابدین، سید محمد امین الشہیر بابن عابدین الشامی، **ردالمحتار**، 63/6

(48) شرکۃ الابدان کی حقیقت یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد افراد کوئی ایسا کاروبار شروع کریں جس میں لوگوں کے کام اجرت پر کیے جائیں اور جو کمائی ہو اس میں دونوں شریک ہوں۔ مثلاً دو درزی آپس میں اس بات میں اشتراک کر لیں کہ ہمارے پاس جو بھی کپڑا آئے گا ہم اسے مل کر سئیں گے اور جو اجرت ہوگی اسے آدھا آدھا تقسیم کر لیں گے اسے شرکۃ الابدان، شرکۃ الصنائع اور شرکۃ التقبل بھی کہا جاتا ہے۔ الکاسانی، علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی، **بدائع الصنائع**، 56/6

(49) شرکۃ الوجود کی حقیقت یہ ہے کہ شرکاء کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا وہ اپنی وجاہت اور تجارتی ساکھ کی بنیاد پر سامان ادھار لاتے ہیں اور آگے فروخت کر کے نفع حاصل کرتے ہیں جو کہ شرکاء میں طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم ہوتا ہے۔ علماء احناف اور حنابلہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے، جبکہ مالکیہ اور شوافع کے نزدیک یہ صورت جائز نہیں۔ القفال، سیف الدین ابو بکر بن احمد بن احمد الشاسی القفال، **حلیۃ العلاء فی معرفۃ مذاھب الفقہاء** المملکۃ الاردنیہ الھاشمیہ، عمان، مکتبۃ الرسالۃ الحدیثۃ طبع اول 1988ء، 102/5

(50) الکاسانی، علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی، **بدائع الصنائع**، 58/6

(51) الترمذی، ابو عیسیٰ بن محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی، **سنن الترمذی**، ابواب الصلوٰۃ، ما جاء فی کراھیۃ ان یأخذ المؤذن علی الاذان اجراً 409/1، رقم الحدیث 209، والمرغینانی، برھان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی، **الھدایۃ شرح بدایہ**

المبتدی، پشاور، مکتبہ اسلامیہ قصہ خوانی، 301/3، والقزوینی، حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، بیروت، دارالفکر، کتاب التجارات، باب الاجر علی تعلیم القرآن، 12/2، رقم الحدیث، 2157-2158

(52) المرغینانی، برھان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی، الھدایۃ، 301/3

(53) ایضاً، 381/3

(54) الاتاشی، محمد خالد الاتاشی، شرح المجلۃ، 92/1

(55) ایضاً، 87/1

(56) الذی جعل لکم الارض فراشاً۔ سورۃ البقرہ:22

(57) واللہ جعل لکم الارض بساطاً۔ سورۃ نوح:19

(58) تبٰرک الذی جعل فی السّمآء بروجاً وجعل فیھا سراجاً و قمراً منیرًا۔ سورۃ الفرقان:61

(59) وھو الذی سخر البحر لتا کلوا منہ لحماً طریّاً۔ سورۃ النحل:14

(60) وجعلنا السماء سقفاً محفوظًا۔ سورۃ الانبیاء:32

(61) ابن عابدین، سید محمد امین الشھیر بابن عابدین، شرح عقود رسم المفتی۔ ص 37

(62) مجلۃ الاحکام العدلیۃ، کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، مادہ:45

(63) الاتاشی، محمد خالد الاتاشی، شرح المجلۃ، 86/1

(64) ایضاً، 91/1

(65) ایضاً، 93/1

(66) ایضاً، 100/1

(67) ایضاً، 101/1

(68) ایضاً، 88/1

(69) ایضاً، 78/1

(70) ابن قدامہ، موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی، المغنی، 136/4

(71) الاتاشی، محمد خالد الاتاشی، شرح المجلۃ، 95/1

(72) ایضاً، 97/1